تطلیق ثلاثہ

قاری عبدالحفیظ صاحب کے تعاقب کے جواب میں

۸۔ آٹھواں اعتراض۔ یہ حدیث بخاری میں کیوں مدوّن نہیں؟ کہا جاتا ہے: اگر یہ حدیث فی الواقعہ قابلِ اعتماد ہوتی تو امام بخاریؒ بھی اسے اپنی بخاری میں درج فرماتے۔

جواب: (i) امام بخاریؒ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ انھوں نے تمام صحیح احادیث کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض تو محض ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات ہے۔

(ii) امتِ مسلمہ نے بخاری و مسلم دونوں کتابوں کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اسی لیے انھیں صحیحین کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ اعتراض محض برائے اعتراض ہے!

(iii) اگر معترض حضرات کے نزدیک صحیح مسلم، صحیح بخاری کے درجہ میں کمتر درجہ کی کتاب ہے، تو کیا اس مسئلہ کی طرح آپ دیگر مفرداتِ "مسلم" کو بھی ایسے اعتراض کا نشانہ بنانے کے لیے تیار ہیں؟

۹۔ سنت کی مخالفت اور حضرت عمرؓ اعتراض یہ ہے کہ "اگر اس حدیث کو درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سنت کی مخالفت کی۔"

جواب: اگر آپؓ کے اس فیصلے کو شرعی اور دائمی کے بجائے۔ تعزیری اور عارضی تسلیم

کرلیا جائے تو یہ اعتراض از خود ختم ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت ہے بھی یہی۔ ہاں یہ مشکل تو ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے اماموں کے قیاس کو درست قرار دینے کی خاطر حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کو شرعی اور دائمی ثابت کرنے پہ ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

خلیفہ وقت کو مصالح امت کی خاطر شریعت کی رعایتوں کو سلب کرنے یا از خود کوئی تعزیر تجویز کرنے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جن کے تحت وہ تعزیری یا عارضی قسم کے قوانین نافذ کر سکتا ہے۔ انہی اختیارات کو بروئے کار لاکر آپؓ نے نہ صرف یہ کہ یکبارگی تین طلاق کے نفاذ کا قانون نافذ کیا، بلکہ ایسے طلاق دہندہ کو آپؓ سزا بھی دیتے تھے۔ انہی اختیارات کی رو سے آپؓ شراب کی دکانوں اور شراب کشید کرنے والی بھٹیوں کو آگ بھی لگا دیا کرتے تھے۔

۱۰۔ دسواں اعتراض ”اجماعِ امت؟“

یہ دراصل اعتراض یا جواب یا تاویل و تعبیر نہیں، بلکہ ایک اپیل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بعد اس پر امت کا اجماع ہو گیا تھا۔ لہٰذا اب کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کے خلاف عمل کرے۔

جواب۔ اس مزعومہ ”اجماع“ کا ذکر ہمارے قاری عبدالحفیظ صاحب نے بھی فرمایا ہے، جس کی حقیقت ہم آگے چل کر نہایت تفصیل سے پیش کر رہے ہیں۔

(۴) حدیثِ رکانہ (مسند احمد) اور اس پر اعتراضات

مخالفینِ تطلیقِ ثلاثہ کی طرف سے مسلم کی تین احادیث کے بعد چوتھی حدیث ”حدیثِ رکانہ“ پیش کی جاتی ہے۔ جس کے متعلق امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں:

”حدثنا محمد بن ابراهيم، حدثنا ابي عن محمد بن اسحٰق حدثني داؤد الحصين عن عكرمة مولى ابن عباس عن ابن عباس قال طلق ركانة بن عبد يزيد اخو بني مطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديدا! فقال فسئله رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف طلقتها؟ قال طلقتها ثلاثا قال في مجلس واحد؟ قال نعم. قال انما تلك واحدة فارجعها ان شئت۔ قال فرجعها فكان ابن عباس يرى انما الطلاق عند كل طهر“ (مسند احمد، ج ۱، ص ۲۶۵)

"عبداللہ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ رکانہؓ بن عبدِ یزید بنو مطلب کے بھائی نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس کی جدائی کا بہت غم ہوا۔ رکانہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے طلاق کیسے دی تھی؟ رکانہ نے کہا "میں تو تین طلاق دے چکا ہوں"۔ آپؐ نے پوچھا، کیا ایک ہی مجلس میں؟ رکانہؓ نے کہا "ہاں ایک ہی مجلس میں"۔ آپؐ نے فرمایا "تو یہ ایک ہی ہوئی۔ اگر چاہو تو رجوع کر لو۔" ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر رکانہؓ نے رجوع کر لیا۔ اس حدیث کی روشنی میں ابنِ عباسؓ کی طلاق کے متعلق یہ رائے تھی کہ تین طلاق ایک ساتھ نہیں بلکہ ہر طہر میں الگ الگ ہونی چاہیے"۔

احادیثِ مسلم کی طرح اس حدیث پر کئی اعتراضات کیے گئے ہیں، جن میں چار قابلِ ذکر اعتراضات درج ذیل ہیں:

پہلا اعتراض اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق اور ان کے استاد کے متعلق علمائے جرح و تعدیل کا اختلاف ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی۔

جواب: ابن حجر کہتے ہیں کہ اسی سند سے کئی احکام میں احتجاج کیا گیا ہے، جیسے رسولؐ اللہ کا اپنی بیٹی زینبؓ کو اپنے پہلے نکاح کی بناء پر چھ سال بعد ان کے خاوند ابوالعاصؓ بن ربیع کے ایمان لانے پر انہیں لوٹانا (یہ حدیث ترمذی میں مذکور ہے، باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدہما) تو جب دوسرے مسائل میں اسی سند سے احتجاج کیا جا سکتا ہے، تو آخر اس مسئلہ میں کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

دوسرا اعتراض یہ حدیث ابوداؤد میں بھی مذکور ہے۔ اس میں تین طلاق کے بجائے "طلاق البتہ" کے الفاظ ہیں۔ ممکن ہے راوی نے طلاق البتہ سے تین طلاقیں سمجھ لی ہوں اور اپنی سمجھ کے مطابق بیان کر دیا ہو۔

جواب: ابوداؤد میں اس سے ملتے جلتے ایک کے بجائے دو واقعات مذکور ہیں۔ اب چونکہ ان تینوں احادیث میں لفظ رکانہ موجود ہے لہٰذا خواہ مخواہ خلط مبحث سے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ابوداؤد میں جو دو احادیث ہیں، وہ بھی الگ الگ واقع ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) راوی نافع ——— رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی۔

(ii) راوی ابنِ جریج ——— ابو رکانہ نے امِ رکانہ کو تین طلاقیں دیں۔

ابوداؤد پہلی روایت کو بہتر قرار دیتے ہیں۔ لیکن ابنِ حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق یہ دونوں ہی ضعیف ہیں فرق صرف یہ ہے کہ پہلی ضعیف ہے اور دوسری ضعیف تر۔

رہی مسند احمد میں مندرج حدیثِ رکانہ تو وہ اسناد کے لحاظ سے ان دونوں سے بہت قوی ہے اور اس کی سند بھی بالکل الگ ہے۔

تیسرا اعتراض اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ جن کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے۔ اس اعتراض کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے، مختصراً یہ کہ راوی کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس کے فتویٰ کا۔

چوتھا اعتراض یہ مذہب شاذ ہے، اس لیے اس پر عمل نہ ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں یہ اعتراض یوں ہے کہ یہ مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، جس پر اتفاق ہے۔ اس شاذ مذہب یا جمہور کے اجماع اتفاق پر تو ہم آگے چل کر تفصیل سے بحث کر ہی رہے ہیں۔

تطلیقِ ثلاثہ کے ثبوت میں قاری صاحب کی پیش کردہ دو احادیث

پہلی حدیث لعان کے بعد کی طلاقیں "عن سهل بن سعد فی هذا الخبر قال: طلّقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فانفذه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم"

(ابوداؤد ج ، ص ۳۰۶۔طبع کانپور)

"حضرت عویمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور آپؐ نے انھیں نافذ کر دیا (اس حدیث میں "عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم" اور "فَاَنْفَذَہٗ" کے الفاظ قابلِ غور ہیں" (منہاج مذکورہ ص ۳۰۴)

یہ روایت نقل کرنے کے بعد قاری عبدالحفیظ صاحب فرماتے ہیں کہ "اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن عیاض بن عبداللہ الفہری پر بعض حضرات نے ضعف کا حکم لگایا ہے——

—— بعد ازاں قاری صاحب اس روایت کے رواۃ کو ثقہ تسلیم کرانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے کہ "امام خطابی کی تصریح کے مطابق ابوداؤد کی کتاب موضوع وغیرہ سے بالکل خالی ہے اور ان جملہ قسموں (موضوع، مجہول، ضعیف) سے مبرا ہے——

——— عمدہ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث ص ۱۹ تا (منہاج ص ۳۰۵)

اب دیکھیے اگر قاری صاحب موصوف یا خطابی صاحب کی سنن ابی داؤد کے متعلق یہ بات درست تسلیم کر لی جائے تو درج ذیل سوالوں کا کیا جواب ہو گا:

(۱) صحت کے لحاظ سے ابو داؤد کو دوسرے درجہ کی کتابوں میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟

(۲) عویمر عجلانی کا واقعہ بلا مبالغہ صحیحین میں بیسیوں مقامات میں مذکور ہے۔ لیکن "فَاَنْفَذَہٗ" کا لفظ جس پر قاری صاحب کی دلیل کا سارا دارومدار ہے، آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

(۳) اگر ابو داؤد اتنی صحیح کتاب ہے تو پھر آپ کو ابو داؤد کی یہ حدیث بھی تسلیم کر لینا چاہیے، جس میں مذکور ہے کہ ابو رکانہ نے ام رکانہ کو تین طلاقیں دیں اور نئی بیوی سے نکاح کر لیا۔ ام رکانہ نے رسول اللہ سے شکایت کی تو آپؐ نے ابو رکانہ کو بلا کر کہا کہ "ام رکانہ سے رجوع کر لو" ابو رکانہ نے کہا "میں تو تین طلاق دے چکا ہوں"۔ آپؐ نے فرمایا "میں جانتا ہوں۔ رجوع کر لو" (ابو داؤد۔ کتاب الطلاق۔ باب نسخ المراجعۃ...)

اگر قاری صاحب ابو داؤد کی یہ حدیث بھی ضعیف، مجہول اور موضوع سے پاک تسلیم فرمالیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث بھی یکبارگی تین طلاق کے ایک واقع ہونے میں نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔

(۴) اگر فی الواقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکبارگی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا تو اتنی مدت بعد حضرت عمرؓ نے کیا چیز نافذ کی تھی؟ جس کے متعلق وہ خود فرما رہے ہیں کہ "فَلَوْ اَمْضَیْنَاہُ عَلَیْہِمْ"

امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ

اس قسم کی حدیثوں کے متعلق امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"وَلَمْ یَنْقُلْ اَحَدٌ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ باسناد منقول ان احدا طلّق امراتہ بکلمۃ واحدۃ فالزمہ الثّلاث بَلْ رُوِیَ فِی ذالک احادیث کلّھا باتفاق اھل العلم ولکن جاء فی حدیث صحیحۃ ان فلانًا طلّق امراتہ ثلاثا ای متفرقۃ"

"کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسناد کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ نقل

نہیں کیا ہے کہ کسی شخص نے بیک کلمہ تین طلاقیں دی ہوں اور آپؐ نے ان تین طلاقوں کو لازم کر دیا ہو بلکہ اس سلسلہ میں جو حدیثیں بھی مروی ہیں وہ باتفاق اہلِ علم جھوٹی ہیں۔ ہاں احادیثِ صحیحہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے متفرق طور پر تین طلاقیں دی تھیں"۔ (فتاویٰ ابنِ تیمیہ ج ۔۔۔ ص ۸ بحوالہ مقالات ص ۲۱۲)

دوسری حدیث لعان کے بعد کی طلاقیں

قاری صاحب موصوف نے جو دوسری حدیث پیش فرمائی، وہ بھی عویمر عجلانی کے لعان والے واقعہ سے متعلق ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ یوں ہیں:

"قال عویمر کذبتُ علیها یا رسول الله إن امسکتُها فطلّقها ثلاثا قبل ان یامره رسول الله صلی الله علیه وسلم" (بخاری، مسلم، السنن الکبریٰ)

حضرت عویمرؓ نے آنحضرتؐ کے سامنے لعان کرنے کے بعد آپؐ کے فیصلہ کرنے سے قبل یہ کہا کہ اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ باندھا تھا۔ لہٰذا عویمر نے فوراً آپؐ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں"۔ (منہاج ص ۲۰۵)

دیکھیے میاں بیوی کے درمیان جدائی کی پانچ اقسام ہیں: (۱) ایلاء (۲) ظہار (۳) طلاق (۴) خلع اور (۵) لعان۔ ان سب میں سے سخت اور شدید تر قسم لعان ہے۔ لہٰذا جدائی کی یہ قسم مرد کے ایک یا تین طلاقیں دینے کی قطعاً محتاج نہیں۔ اور حضرت عویمر عجلانیؓ نے تین طلاق کے الفاظ کہہ کر محض اپنے دل کی حسرت مٹائی تھی کیونکہ لعان سے جو دائمی جدائی ہوتی ہے، وہ طلاقِ مغلظہ سے بھی شدید تر ہوتی ہے (بخاری کتاب الطلاق۔ باب التفریق بین المتلاعنین)

اس بات میں تو اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ یہ جدائی لعان کے فوراً بعد از خود ہی مؤثر ہوتی ہے یا قاضی کے فیصلہ کی بھی محتاج ہے، جیسا کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمرؓ سے فرمایا تھا کہ "لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا" (اب تمہارا اس عورت سے کوئی سروکار نہیں) لیکن اس بات میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں کہ اس موقعہ پر مرد کا طلاقیں دینا ایک عبث اور زائد از ضرورت فعل ہے ۔۔۔۔ دورِ نبویؐ میں عویمر عجلانیؓ کے علاوہ لعان کا ایک اور واقعہ بھی ہوا تھا۔ بلالؓ بن امیہ اور ان کی بیوی نے آکر آپؐ کے سامنے لعان کیا اور قسمیں کھائیں تو ملا

بن امیہ کے طلاق یا طلاقیں دینے کے بغیر ہی مکمل جدائی ہو گئی (بخاری کتاب الطلاق)

لعان۔ جدائی کی شدید تر قسم

اب ہم یہ وضاحت کریں گے کہ لعان کن کن امور میں طلاق سے شدید تر ہوتا ہے:

۱۔ احسن طلاق یا طلاق السنہ (صرف ایک طلاق دے کر پوری عدت گزر جانے دینا) کے بعد زوجین آپس میں تجدید نکاح کے ذریعہ پھر اکٹھے ہو سکتے ہیں اور تین طلاق یا طلاقِ مغلظہ کے بعد "حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" کی شرط ٹھیک طور پر پوری ہونے کے بعد (نہ کہ حیلہ سازی سے) سابقہ زوجین پھر نکاح کر سکتے ہیں، مگر لعان کے ذریعہ جدائی اتنی سخت ہوتی ہے کہ بعد میں ان کے اکٹھے ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ (موطا امام مالک کتاب الطلاق۔ باب جامع الطلاق)

۲۔ طلاق کے بعد عورت متعہ [1] کی حقدار ہوتی ہے لیکن لعان کی صورت میں اسے متعہ [2] نہیں ملے گا۔ (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب المتعہ انتھی)

۳۔ طلاق کے بعد نومولود (اگر کوئی ہو تو) کا نسب باپ سے چلتا ہے۔ لعان کی صورت میں یہ نسب ماں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (بخاری کتاب الطلاق۔ باب یلحق الولد بالملاعنۃ...)

۴۔ طلاق کی صورت میں نومولود (اگر کوئی ہو تو) والد کا وارث ہوتا ہے۔ لیکن لعان کی صورت میں بچہ ماں کا وارث، ماں بچے کی وارث ہوتی ہے۔ ماں کے خاوند سے نومولود کا یا اس کی ماں کا کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ (بخاری۔ کتاب الطلاق)

انہی وجوہ کی بناء پر علمائے احناف نے بھی حضرت عویمرؓ کے تین طلاق کہنے سے تطلیقِ ثلاثہ کے جواز پر احتجاج نہیں کیا۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر حضرت عویمرؓ کا یہ فعل عبث تھا تو آپؐ خاموش کیوں رہے؟ اس کے دو عدد جوابات ممتاز حنفی عالم شمس الائمہ سرخسی کی زبانی سنیے، جو انھوں نے اپنی تالیف "مبسوط" میں بیان فرمائے ہیں:

(ا) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمرؓ کو ٹوکا نہیں تو یہ بات شفقت کی بناء پر تھی۔ کیوں کہ یہ ممکن تھا کہ شدتِ غضب کی بناء پر وہ آپؐ کی بات قبول نہ کر پاتے اور کافر ہو جاتے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

دوسرے وقت کے لیے ٹوکنے کو مؤخر کر دیا۔ اور اتنا اسی وقت فرما دیا کہ "لاسبیل لك علیها" یعنی "تجھے اب اس عورت پر کچھ اختیار نہیں رہا۔"

(ii) "یا یہ بات ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا اس لیے مکروہ ہے کہ تلافی کا دروازہ بلاضرورت بند ہوتا ہے اور حضرت عویمرؓ کے معاملہ میں یہ بات موجود نہیں۔ کیوں کہ لعان کرنے والے جب لعان پر مصر ہوں تو تلافی کا دروازہ یوں بند ہوتا ہے کہ پھر کبھی کھل نہیں سکتا اور عویمرؓ اس بات پر مصر تھے۔" (مقالات ص ۱۴۷)

مجوزینِ تطلیقِ ثلاثہ کے مزید دلائل

جہاں تک قاری صاحب کی پیش کردہ دو احادیث کا تعلق تھا تو ان کا جواب ہو چکا۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان تمام احادیث کا بھی جائزہ لے لیا جائے جو تطلیقِ ثلاثہ کے واقع ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہیں، تاکہ مسئلہ زیرِ بحث کے سب پہلو سامنے آجائیں۔

تیسری حدیث فاطمہؓ بنت قیس کہتی ہیں کہ:

"طلقنی زوجی ثلاثا فلم یجعل رسول الله سکنی ولا نفقة۔"

"مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے (میرے شوہر کے ذمہ) نہ رہائش رکھی اور نہ نفقہ۔"

اس حدیث سے استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ اگر تین طلاق ایک ہی رجعی طلاق شمار ہوتی تو یقیناً سکنی اور نفقہ شوہر کے ذمہ ہوتا۔ شوہر کے سکنی اور نفقہ سے سبکدوش ہونے کی ممکن صورت ہی یہ ہے کہ تین طلاقوں کو تین ہی (یعنی مغلظہ) قرار دیا جائے۔

جواب (i) یہ استدلال اس لیے مبہم ہے کہ ثلاثاً کے لفظ سے قطعاً یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ تین طلاقیں متفرق اوقات میں دی گئی تھیں یا ایک ہی مجلس میں؟

(ii) مزید برآں مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ تیسری اور آخری طلاق تھی جو فاطمہؓ بنت قیس کے شوہر عمروؓ بن حفص نے دی تھی۔ اس روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں:

"طلقها اٰخر ثلاث تطلیقات۔" (مسلم۔ کتاب الطلاق۔ باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لها)

یعنی "عمروؓ بن حفص نے آخری تیسری طلاق دی تھی۔"

(iii) اور مسلم ہی کی ایک اور روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں :

"فارسل الی امرأته فاطمة بنت قیس کانت بقیت من طلاقها" (مسلم ایضاً)

یعنی "عمروؓ بن حفص نے فاطمہؓ بنت قیس کو وہ طلاق بھیجی ۔ جو ابھی باقی تھی۔ (یعنی تیسری یا آخری)"!

ان وجوہ کی بناء پر اس واقعہ سے استدلال قطعاً درست نہیں۔

چوتھی حدیث "رفاعہ قرظی کا قصہ" رفاعہ قرظیؓ سے متعلق مذکور ہے، رفاعہ کی بیوی آپؐ کے پاس آکر کہنے لگی کہ رفاعہ نے مجھے طلاق بتہ دی اور میں نے عبدالرحمان بن زبیر سے نکاح کیا، مگر وہ تو کچھ بھی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا "شاید تم رفاعہؓ کے پاس جانا چاہتی ہو۔ یہ ناممکن ہے تا آنکہ تم دونوں ایک دوسرے کا مزہ نہ چکھ لو"

(بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب من اجاز الطلاق الثلاث)

جواب اس حدیث کے لفظ "بتہ" سے اکٹھی تین طلاق کی گنجائش پیدا کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ استدلال بھی مبہم ہے، کیونکہ بتہ اور آخری یا تیسری طلاق سب کا مفہوم ایک ہے۔ تو جس طرح حدیثِ سابق میں تیسری کا لفظ مبہم تھا، بعینہٖ یہاں بھی مبہم ہے۔ مزید برآں اس کی تفصیل بخاری ہی میں کتاب الادب میں موجود ہے، جو یہ ہے کہ :

"انھا کانت تحت رفاعة فطلّقها اٰخر ثلاث تطلیقات فتزوّجها بعدهٗ عبدالرحمٰن بن زبیر"

"وہ رفاعہؓ کی بیوی تھی، رفاعہ نے اسے آخری تیسری طلاق بھی دے دی تو اس کے بعد اس سے عبدالرحمٰنؓ بن زبیر نے نکاح کر لیا" (بخاری، کتاب الادب)

پانچویں حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا طلاق دینا یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دینے سے متعلق ہے۔ مرفوع احادیث میں تو اتنا ہی مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طلاق کا ذکر کیا تو آپؐ نے حضرت عبداللہؓ کو رجوع کا حکم دیا اور طلاق) دینے کا صحیح طریق بتلایا۔ قائلینِ تطلیقِ ثلاثہ کا احتجاج اس واقعہ سے متعلق نہیں، بلکہ حضرت عبداللہؓ کے اس فتویٰ سے متعلق ہے جو انھوں نے کسی سائل کے جواب میں دیا، اور وہ بخاری میں یوں مذکور ہے :

"اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو بار طلاق دی ہے تو یہ وہ صورت ہے جس میں رسول اللہؐ نے مجھے رجعت کا حکم دیا۔ اور اگر تم نے تین طلاقیں دے دیں تو تم پر بیوی حرام ہو گئی، جب تک وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرلے۔ اور تم نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے سلسلہ میں نافرمانی کی۔"

جواب یہ اثر بھی مبہم ہے کیونکہ "طلقها ثلاثا" سے مراد تین دفعہ کی طلاق ہی ہو سکتی ہے۔ اور اللہ کی نافرمانی کا تعلق حالتِ حیض میں طلاق دینے سے ہے، کیوں کہ ان کا اپنا واقعۂ معصیت حالتِ حیض میں طلاق دینے سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فتویٰ کی مزید وضاحت مصنف ابنِ ابی شیبہ، دارقطنی اور طبرانی میں جس طرح مرقوم ہے، اس نے آپؓ کے اس اثر کو مرفوع حدیث کا درجہ عطا کر دیا ہے کہ (ابنِ عمرؓ کہتے ہیں) میں نے کہا "یا رسول اللہ! اگر میں تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لیے رجوع حلال ہوتا؟" آپؐ نے فرمایا "نہیں۔ وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور (تیرا ایک ہی دفعہ تین طلاق دینا) گناہ کا کام ہوتا۔"

- یہ اثر اگر صحیح ثابت ہو جاتا تو قطعِ نزاع کے کام آسکتا تھا، مگر مشکل یہ ہے کہ یہ اثر انتہائی مجروح ہے۔ کیوں کہ یہ حدیث درج کرنے کے بعد امام بیہقیؒ نے خود لکھا ہے کہ اس ٹکڑے کا راوی شعیب ہے، جس میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ دوسرا راوی رُزیق ہے، جو ضعیف ہے تیسرا عطا خراسانی ہے، جسے امام بخاریؒ نے شیعہ اور ابنِ حبان نے ضعیف قرار دیا ہے۔ سعید بن مسیبؒ اسے جھوٹا بتلاتے ہیں۔

اب اس اثر کے بالکل برعکس ایک روایت تفسیر قرطبی میں یوں ہے کہ:

"عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور یہ تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوئی۔"

(تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۲۹ بحوالہ مقالات ص ۱۴۴)

چھٹی حدیث "میری موجودگی میں کتاب اللہ سے مذاق"؟

یہ نسائی کی وہ حدیث ہے، جس کا میں نے اپنی طرف سے اجمالی طور پر مفہوم بیان کیا تھا۔ حدیث کا متن یا اس کا ترجمہ یا حوالہ کچھ بھی درج نہیں کیا گیا تھا۔ اور وہ اجمالی ذکر یہ تھا کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں ہی ایک شخص نے اپنی بیوی

ٹھی تین طلاقیں دے ڈالیں تو آپؐ غصہ کی وجہ سے کھڑے ہوگئے اور فرمایا "میری موجودگی
تاب اللہ سے کھیلا جا رہا ہے؟" اس کے بعد میں نے لکھا تھا "تاہم آپؐ نے ایک ہی
شمار کی" قاری صاحب موصوف نے تعاقب کرتے ہوئے اس فقرہ کے متعلق فرمایا ہے کہ:

"کیلانی صاحب نے یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھایا ہے ں یہ ہے کہ حدیث میں
ایسے کوئی الفاظ نہیں، جن سے معلوم ہو کہ آپؐ نے ن کو یک ہی شمار کیا"

(منہاج ص ۳۱۲)

مجھے یہ تسلیم ہے کہ فی الواقع نسائی والی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر قاری صاحب
عتراض اس صورت میں درست ہوتا اگر میں نسائی کی حدیث درج کر کے ترجمہ میں یہ اضافہ
دیتا، یا صرف ایسا اضافہ شدہ ترجمہ ہی لکھ کر نسائی کا حوالہ درج کر دیتا۔ جب کہ متنازعہ فقرہ
ی کی حدیث میں اضافہ نہیں، بلکہ اس کی بنیاد درج ذیل امور ہیں:

) مسلم کی تین احادیث کے مطابق دورِ نبویؐ میں اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی
شمار کیا جاتا تھا۔

) نسائی ہی کی روایت کے مطابق آپؐ اکٹھی تین طلاق دینے پر اس قدر برافروختہ ہوئے
کہ شدتِ غضب سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "میری موجودگی ہی میں کتاب اللہ
سے یوں کھیلا جا رہا ہے" آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر ایک صحابی آپؐ سے اذن چاہتا
ہے کہ "یا رسول اللہ میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟"

ان حالات میں عقل یہ باور نہیں کرتی کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود ان تین طلاقوں کو
ی رہنے دیا ہو۔ اس کے برعکس جناب قاری صاحب فرماتے ہیں کہ:

"آپؐ نے اس ناراضگی کے باوجود ان تین طلاقوں کو اس پر نافذ کر دیا تھا" چنانچہ
محمود بن لبید کی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابنِ قیم لکھتے ہیں کہ:

"فلم یردّہ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم بل امضاہ کذا فی حدیث عویمر
العجلانی فی اللعان حیث امضیٰ طلاقہ الثلاث ولم یردہ"

(تہذیب سنن ابی داؤد، ص ۱۲۹ ج ۲، بحوالہ عمدۃ الاثاث)۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو رد نہیں کیا بلکہ ان کو نافذ کر دیا۔
اور جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اس کی تین طلاقوں

کو نافذ فرما دیا اور رد نہیں کیا تھا۔" (منہاج مذکور ص ۲۱۲)

امام ابن قیمؒ کے حوالہ سے قاری عبدالحفیظ صاحب کی درج کردہ یہ روایت کئی وجوہ کی بنا پر محلِ نظر ہے۔ مثلاً:

(۱) آپ نے "عمدۃ الاثاث" کا حوالہ مکمل درج نہیں فرمایا کہ اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

(۲) حافظ ابنِ قیمؒ ان اساطین میں سے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دینے والے گروہ کے علمبردار ہیں۔ ان سے ایسی تحریر کی توقع محال ہے۔

(۳) عویمرؓ عجلانی کی تین طلاق کے نفاذ والی روایت بجائے خود ضعیف ہے، جسے بنیاد بنایا جا رہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بنائے فاسد علی الفاسد والی بات ہے۔

(۴) تطلیقِ ثلاثہ کے قائلین اور مخالفین سب اس بات پر متفق ہیں کہ عویمر عجلانیؓ اور ان کی بیوی کی تفریق طلاق کی بناء پر نہیں، بلکہ لعان کی بنا پر ہوئی تھی (اور یہ بحث پہلے گزر چکی ہے) لعان کے بعد جیسے حضرت عویمرؓ کا تین طلاقیں دینا عبث فعل تھا، اسی طرح ان تین طلاقوں کے نفاذ یا عدمِ نفاذ کی بحث کرنا بھی ایک عبث فعل ہے۔ جس چیز کے نفاذ یا عدمِ نفاذ کا کچھ اثر ہی نہ ہو سکے، اس سے احتجاج کیسے درست ہوگا؟

(۵) حافظ ابنِ قیمؒ کے استاد امام ابنِ تیمیہؒ ایسی تمام روایات کو، جن میں ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دینے یا ان کے نفاذ کا ذکر ہو، "باتفاق اہلِ علم جھوٹی" قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ پھر اس خاص مسئلہ میں استاد اور شاگرد کا اختلاف بھی کہیں مذکور نہیں۔ اس صورت حال میں حافظ ابنِ قیمؒ کے حوالہ سے یہ روایت کیونکر درست قرار دی جا سکتی ہے؟

ساتویں حدیث: عبادہ بن صامتؓ کے دادا کا قصہ

یہ مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت ہے:

"عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں۔ اس کے بعد میرا باپ رسول اللہ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا "تیرا دادا اللہ سے ڈرا نہیں۔ تین طلاقیں اس کا حق تھا، باقی سب کچھ زیادتی ہے۔ اللہ

چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے"۔

یہ روایت تین طلاقوں کے واقع ہونے پر نص تو ہے مگر یہ روایت نہ درایۃً درست ہے نہ روایۃً۔ درایۃً اس لیے کہ عبادہ بن صامتؓ ان بارہ سرداروں میں سے ہیں، جنھوں نے عقبہ ثانیہ میں رسول اللہؐ کی بیعت کی تھی۔ یہ بات بھی معلوم کرنا مشکل ہے کہ جب آپؐ مبعوث ہوئے، اس وقت عبادہ بن صامت انصاریؓ کے دادا زندہ بھی تھے یا نہیں؟ ان کا اسلام ثابت کرنا تو دُور کی بات ہے۔ اور روایۃً یہ اس لیے غلط اور ناقابلِ اعتماد ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن العلاء کذاب اور واضع حدیث ہے۔ دوسرا عبیداللہ بن ولید متروک الحدیث ہے۔ تیسرا ابراہیم بن عبیداللہ مجہول ہے۔

(میزان الاعتدال للذہبی)

ایسی ہی روایات کے باوصف "مصنف عبدالرزاق" حدیث کی چوتھے درجہ کی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

آٹھویں حدیث حضرت حسنؓ کی تین طلاقیں

یہ حدیث بیہقی کی ہے۔ جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو حضرت حسنؓ کی بیوی نے کہا، آپ کو خلافت مبارک ہو"۔ حضرت حسنؓ نے کہا:

"حضرت علیؓ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہو؟ جاؤ تجھے تین طلاق"۔ جب اس کی مدت پوری ہونے لگی تو حضرت حسنؓ نے اس کو حق مہر کی بقایا رقم اور دس ہزار (مزید) بطور صدقہ بھیجے۔ جب ایلچی یہ کچھ لے کر آیا تو کہنے لگی "مجھ کو چھوڑنے والے دوست کی طرف سے یہ متاعِ قلیل ہے"۔ جب حضرت حسنؓ کو یہ بات پہنچی تو رو پڑے پھر کہا، "اگر میں نے اپنے دادا سے نہ سنا ہوتا، یا میرے باپ نے میرے دادا سے نہ سنا ہوتا کہ وہ کہتے تھے جو شخص بھی اپنی عورت کو طہروں میں تین طلاقیں دے یا غیر واضح طلاقیں دے تو وہ عورت خاوند پہ حلال نہیں، تا آنکہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے تو میں اس عورت سے ضرور رجوع کر لیتا"۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۶)

یہ روایت بھی روایۃً اور درایۃً دونوں طرح سے ناقابلِ اعتماد ہے۔ روایۃً یوں کہ امام ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے، جس کو ابوزرعہ

نے کذاب اور ابو حاتم نے منکر الحدیث کہا ہے (اغاثۃ اللہفان ج ۱ ص ۱۷، ۳۱۹، ۳۱۲ بحوالہ مقالات ص ۲۱۴) اور درایۃً اس لیے کہ حضرت حسنؓ کے دادا ابو طالب تھے، جو مکی دور میں ہی بحالتِ کفر انتقال کر گئے تھے۔ جب کہ نکاح و طلاق کے احکام مدنی دور میں نازل ہوئے تھے۔ گویا درایۃً بھی اس روایت میں دو خامیاں ہیں۔

نویں حدیث

یہ حدیث دار قطنی کی ہے، جو اس طرح ہے:

"حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہ نے سنا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ آپؐ ناراض ہوئے اور فرمایا "تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل اور مذاق بناتے ہو؟ جو شخص بھی طلاق بتہ دے گا "الزمنا ثلاثا" یعنی "ہم اس پر تین لازم کر دیں گے" اور اس کی عورت اس کے لیے حلال نہ ہوگی، جب تک وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے۔" (دار قطنی)

اس حدیث کے بارے میں خود امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن ابی امیہ قرشی ضعیف اور متروک الحدیث ہے، اور یہ حدیثیں بھی گھڑتا ہے۔ دوسرے راوی عثمان بن قطر کے متعلق ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ لوگوں سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔ ایک تیسرے راوی عبد الغفور کے متعلق علامہ محمد طاہر نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ چنانچہ امام ابنِ تیمیہؒ نے فرمایا "فی اسنادہ ضعفاء و مجاھیل" یعنی "اس کی سند میں کئی ضعیف اور مجہول راوی ہیں" (مقالات ص ۱۵۵)

سو یہ تھیں وہ احادیث، جن سے ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہی واقع ہونے کو ثابت کیا جاتا ہے۔ (جاری ہے)

قارئینِ کرام سے خصوصی گزارش ہے کہ:

- ترسیلِ زر یا خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- اگر آپ نئے ممبر بنے ہیں تو اس کی وضاحت فرما دیں ——

—— انتہائی نوازش ہو گی، ورنہ تعمیلِ ڈاک میں سخت دقت پیش آتی اور بلا وجہ تاخیر ہوتی ہے —— شکریہ!

(مینیجر)